مروجہ نظام زمینداری اور اسلام (۸)

ترجیح کے طریقے سے احادیث مزارعت کا جائزہ

از قلم: مولانا محمد طاسین

عن عمرو بن دینار قال قلت
لطاوس لو ترکت المخابرة
فانهم یزعمون ان النبی
صلی اللہ علیہ وسلم نہی عنہا
مں ج

حضرت عمرو بن دینار نے روایت
کرتے ہوئے کہا کہ میں نے طاؤس
سے عرض کیا کہ کاش آپ مخابرہ کو
چھوڑ دیں کیونکہ متعدد صحابہ کرامؓ
وثوق کے ساتھ فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ
علیہ وسلم نے اس کی نہی فرمائی ہے۔

اس روائت میں "لو ترکت المخابرہ" کے جو الفاظ ہیں ان سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت طاؤس مزارعت پر عمل پیرا تھے، اسی طرح شرح معانی الآثار طحاوی کے اس اثر سے بھی یہی ظاہر ہوتا ہے۔

عن حمّاد انہ قال سألت مجاهدًا
وسالمًا عن کراء الارض
بالثلث والربع فکرهاه وسالت
عن ذلك طاؤسًا فلم یربه
بأسا، قال فذکرت ذلك
لمجاهدؒ وکان یشرفه و
یوقره فقال انه یزارع
(ص ۲۶۲ - ج ۲)

حضرت حمادؒ سے روائت ہے کہ انہوں
نے کہا میں نے پوچھا حضرت مجاہدؒ
اور حضرت سالمؒ سے تہائی اور چوتھائی
پر کراء الارض کے متعلق تو دونوں نے
اسے ممنوع و مکروہ کہا، پھر میں نے اس
کے متعلق طاؤس سے پوچھا تو انہوں
نے جواب دیا کہ اس میں کچھ حرج نہیں
پھر میں نے طاؤس کی یہ بات مجاہد
سے بیان کی جو ان کی تکریم و تعظیم کرتے تھے تو انہوں نے کہا کہ طاؤس نے یہ اس

© rasailojaraid.com
© rasailojaraid.com
© rasailojaraid.com

لئے کہا کہ وہ مزارعت کا کاروبار کرتے ہیں۔

اس روایت میں "انہ یزارع" کے الفاظ جو طنزاً کہے گئے ہیں اس پر دلالت کرتے ہیں کہ حضرت طاؤس مزارعت پر عمل پیرا تھے، پھر اسی قسم کی ایک اور روایت کتاب الآثار امام محمد میں بھی ہے جس کے الفاظ یہ ہیں۔

عن محمد قال اخبرنا ابوحنیفة عن حماد انہ سأل طاؤسا عن المزارعة بالثلث او الربع فقال لا بأس بہ فذکرت ذلک لابراھیم فکرھہ و قال ان طاؤسا لہ ارض یزارعہ فمن اجل ذلک قال۔ (باب المزارعة کتاب الآثار)	امام محمدؒ شیبانی سے روایت ہے کہ انہیں امام ابوحنیفہؒ نے بتلایا کہ حضرت حمادؒ نے حضرت طاؤس سے تہائی یا چوتھائی پر مزارعت کے متعلق پوچھا تو انہوں نے جواب دیا کہ کچھ مضائقہ نہیں، پھر حماد نے حضرت ابراہیم النخعی سے اس کا ذکر کیا تو انہوں نے اس پر کراہیت و ناگواری کا اظہار کیا اور فرمایا کہ طاؤس کی زمین ہے جو اس نے مزارعت پر دے رکھی ہے اس لئے اس نے کہا کہ اس میں کچھ حرج نہیں)

مذکورہ تین روائتوں سے واضح ہوتا ہے کہ حضرت طاؤس عملاً مزارعت کو اختیار کئے ہوئے تھے اور اس وقت کے بعض ممتاز علماء جیسے عمرو بن دینار، مجاہد، ابراہیم النخعی اور حماد کو ان کا یہ عمل کھٹکتا اور برا لگتا تھا اور بعض نے ان سے کہا بھی کہ کاش وہ اسے چھوڑ دیں، لیکن انہوں نے نہیں چھوڑا اور عمرو بن دینار سے کہا:

ای عمرو انی اعطیھم و اعینھم وان اعلمھم اخبرنی یعنی ابن عباس رضی اللہ عنھما ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم لم ینہ عنھا و لکن قال ان یمنح احدکم اخاہ خیر لہ من ان یأخذ علیہ خرجا معلوما (ص ۳۱۳، ج ۱، صحیح البخاری)	اے عمرو! میں اپنے مزارعوں کو ان کے حق سے زیادہ دیتا اور ان کی مدد کرتا ہوں اور یہ کہ جو صحابہ میں زیادہ علم والا ہے یعنی ابن عباس اس نے مجھے بتلایا کہ نبی صلعم نے مخابرہ سے ردکا نہیں بلکہ یہ فرمایا کہ تم میں سے ایک اپنی زمین اپنے بھائی کو

© rasailojaraid.com
© rasailojaraid.com

مفت کاشت کے لئے دے دے

تو یہ اس کے لئے بہتر ہے بہ نسبت اس کے کہ وہ اس سے خاص مقدار میں غلہ وصول کرے۔

اس حدیث کے شروع میں ہے کہ حضرت عمرو بن دینار نے حضرت طاؤس سے عرض کیا کہ اگر آپ مخابرت کو چھوڑ دیتے تو کیا اچھا ہوتا کیونکہ متعدد صحابہؓ زعم واعتقاد رکھتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا ہے (زعمون کے معنی مجمع البحار وغیرہ لغات حدیث میں یظنون و یعتقدون لکھے ہیں) تو اس کے جواب میں حضرت طاؤس نے فرمایا: اے عمرو! مجھے معلوم ہونا چاہئیے کہ میں دوسرے لوگوں کے بالمقابل اپنے کاشت کاروں کے ساتھ فیاضی کا سلوک کرتا ہوں اور دوسری بات یہ کہ جن صحابہ کا آپ حوالہ دے رہے ہیں ان سے بڑے عالم حضرت ابن عباسؓ نے مجھے بتلایا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مخابرت سے روکا نہیں بلکہ یہ فرمایا کہ ایک مسلمان کے لئے بہتر ہے کہ وہ اپنی زمین اپنے مسلمان بھائی کو بطور منحہ یونہی دے دے اور اس سے کچھ نہ لے۔

غور سے دیکھا جائے تو حضرت طاؤس کے اس جواب میں کئی کمزوریاں ہیں۔ مثلاً اپنی مزارعت کے جواز کے لئے یہ کہنا کہ میں اپنے مزارعین کو ان کے مقررہ حق سے زیادہ دیتا اور ان کی مدد کرتا ہوں، اس وجہ سے کمزور ہے کہ جو معاملہ بنیادی طور پر ناجائز ہو وہ ایک فریق کے فیاضانہ برتاؤ سے جائز نہیں ہو سکتا مثلاً سود و ربٰو کا معاملہ سود خوار کے اپنے مقروض کے ساتھ حسن سلوک سے کبھی حلال و جائز نہیں ہو سکتا، اور پھر ان کا یہ کہنا کہ جو صحابہؓ یہ کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مخابرت کی نہی و ممانعت فرمائی ہے ان کے مقابلہ میں ابن عباسؓ کو اس معاملے کا بہتر اور زیادہ علم تھا، اس وجہ سے کمزور ہے کہ نہ صرف یہ کہ اس کے ثبوت میں کوئی وزنی دلیل نہیں بلکہ اس کے خلاف دلائل و قرائن مہیا ہو سکتے ہیں۔ مثلاً ایک یہ کہ تجارت پیشہ ہونے کی وجہ سے ابن عباسؓ کا معاملہ مزارعت سے براہ راست تعلق نہ تھا جبکہ ان کے مقابلہ میں دوسرے

© rasailojaraid.com
© rasailojaraid.com

صحابہؓ کا زراعت پیشہ ہونے کی وجہ سے براہ راست تعلق تھا۔ اور اس معاملہ کے جواز و عدم جواز کے ساتھ ان کا فائدہ و نقصان وابستہ تھا کیونکہ ان میں سے بیشتر قبیلۂ انصار میں سے تھے جن کا ذریعہ معاش زراعت اور کھیتی باڑی تھا، دوسری دلیل یہ کہ ابن عباسؓ عمر کے لحاظ سے بہت چھوٹے اور ان کے مقابلہ میں حضرت ظہیرؓ، حضرت اسیدؓ، حضرت جابرؓ، حضرت رافعؓ بن خدیجؓ حضرت ابو ہریرۃؓ، حضرت ثابت بن ضحاک، حضرت زید بن ثابت وغیرہ بڑی عمر کے اور زیادہ واقف کار تھے۔ لکھا ہے کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کی وفات کے وقت ابن عباسؓ کی عمر تقریباً تیرہ سال تھی اور ظاہر ہے کہ اگر انہوں نے آنحضرت سے براہ راست بھی رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم سے کوئی حدیث سنی ہوگی تو وہ تیرہ سال کی عمر سے بھی پہلے سنی ہو گی جو عام طور پر بلوغت کی عمر بھی نہیں ہوتی اور اگر حضرت طاؤس کا مطلب یہ تھا کہ حضرت ابن عباسؓ فہم و تفقہ میں ان دوسرے صحابہ پر فوقیت و برتری رکھتے تھے۔ لہٰذا اس معاملے میں جو مطلب انہوں نے سمجھا وہ صحیح اور دوسرے صحابہ کا سمجھا ہوا مطلب غلط ہے۔ تو اس مطلب کے لحاظ سے بھی ان کی بات نہائت کمزور ہے کیونکہ اس سے ایک تو ان صحابہ کرام کے علم و فہم کی تغلیط اور تنقیص ہوتی ہے جو نہی مزارعت والی احادیث کے راوی ہے اور نہائت سمجھ دار اور فقیہ صحابہ تھے اور جن سے مروی ہزاروں احادیث کو صحیح اور قابل اعتماد تسلیم کیا گیا ہے۔ بعض احادیث سے ظاہر ہوتا ہے کہ حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم نے حضرت ابن عباسؓ کے حق میں دعا فرمائی تھی کہ اے اللہ اسے دین کی گہری سمجھ اور تفقہ عطا فرما، لہٰذا اللہ نے انہیں تفقہ عطا فرمائی لیکن اس سے دوسرے صحابہ کرامؓ کے تفقہ فی الدین کی نہ نفی ہوتی ہے اور نہ یہ ثابت ہوتا ہے کہ ابن عباس تفقہ فی الدین میں دوسرے تمام صحابہ کرام سے بڑھے ہوئے تھے نہ عہد صحابہ میں کسی نے یہ بات کہی اور نہ عہد تابعین و عہد تبع تابعین میں اور نہ بعد کے کسی عہد میں، اگر ایسا ہوتا تو ہر اختلافی مسئلہ میں ائمہ مجتہدین اور فقہاء امت بے چون و چرا حضرت ابن عباس کی بات کو ترجیح دیتے لیکن بطور ایک اصول کے کبھی ایسا نہیں ہوا، حضرت ابن عباسؓ علی الاطلاق اعلم الصحابہ اور افقہ الصحابہ نہ تھے اس کا اظہار ان روایات سے بھی ہوتا ہے

© rasailojaraid.com
© rasailojaraid.com

جن میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کو قضاء میں، حضرت معاذ بن جبل کو حلال وحرام کے علم وفہم میں اور حضرت زید بن ثابت کو ترکہ ومیراث کے مسائل میں ممتاز و برتر تسلیم کیا گیا ہے۔

ممکن ہے حضرت طاؤس نے حضرت ابن عباس کو اَعْلَمْ دَافْقَہ اس لیئے فرمایا ہو کہ اس کے بغیر حضرت عمرو بن دینار کی اس دلیل کی نفی اور تردید نہ ہو سکتی تھی کہ "انھم یزعمون ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم نھی عنہا" جو جمع کے صیغے ہیں اس پر دلالت کرتے ہیں کہ صحابہ کرام میں سے کوئی ایک دو نہی مزارعت کے قائل نہ تھے بلکہ ایک جماعت یہ کہتی تھی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا ہے۔ اور ظاہر ہے کہ جماعت کے مقابلے میں ایک فرد کی بات کمزور ہوا کرتی ہے۔ لہٰذا حضرت طاؤس نے حضرت ابن عباسؓ کی منفرد بات میں وزن ڈالنے کے لئے ان کے اعلم ہونے کا دعویٰ فرمایا اور یہ نہ سوچا کہ اس سے دوسرے صحابہ کے علم وفہم کی تنقیص وتغلیط ہوتی ہے۔

اور پھر بڑے تعجب کی بات یہ ہے کہ حضرت طاؤس جس چیز کو حضرت ابن عباس اور خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالے سے خیر اور بہتر کہتے ہیں خود عملاً اس خیر و بہتر کو اختیار نہیں کرتے، یعنی دوسروں کو تو یہ ترغیب وتعلیم دیتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک بہتر اور پسندیدہ یہ ہے کہ ایک مسلمان جب اپنی زمین دوسرے کو کاشت کے لئے دے تو منحہ کے طور پر بلا معاوضہ دے لیکن خود ایسا نہیں کرتے بلکہ اس کے برخلاف پیداوار کے ایک حصہ کے بدلے مزارعت پر دیتے ہیں، غرضیکہ مزارعت کے متعلق حضرت طاؤس کا موقف خاصا مشتبہ اور کمزور ہے جو ان کی روائت کو تقریباً ناقابل اعتبار بنا دیتا ہے۔

جمع وتطبیق کے طریقہ سے احادیثِ مزارعت کا جائزہ

نسخ اور ترجیح کے طریقوں سے احادیث مزارعت کا جائزہ سامنے آگیا، اب میں جمع وتطبیق کے طریقہ سے ان کا جائزہ پیش کرتا ہوں لیکن اس سے پہلے اس طریقہ سے متعلق چند اصولی باتیں عرض کر دینا ضروری ہے کیونکہ اس

© rasailojaraid.com

کے بغیر جمع و تطبیق کی صحیح اور غلط شکلوں کے مابین امتیاز نہیں کیا جاسکتا۔

پہلی اصولی بات یہ کہ چونکہ اس طریقہ کا نمبر ترجیح کے طریقہ کے بعد آتا ہے یعنی جب دو متعارض حدیثوں کے درمیان ترجیح کے طریقہ سے یہ فیصلہ نہ ہوسکتا ہو کہ وجوہ ترجیح کے لحاظ سے راجح کون سی حدیث ہے اور مرجوح کونسی بلکہ دونوں مساوی اور ایک درجہ کی معلوم ہوتی ہوں تو پھر یہ دیکھا جاتا ہے کہ ان کے مابین جمع و تطبیق کی کوئی صورت ہوسکتی ہے یا نہیں؟ اگر ہوسکتی ہو تو اس سے کام لیا جاتا ہے تاکہ دونوں پر عمل ہوسکے، چونکہ جمع و تطبیق کا طریقہ ایسی متعارض احادیث میں جاری ہوتا ہے جن کو مساوی الدرجہ تسلیم کر لیا گیا ہو لہٰذا ان کے مابین جمع و تطبیق کی وہی صورت صحیح ہوتی ہے جس میں ان احادیث کی مساویانہ حیثیت قائم و برقرار رہتی ہو، چنانچہ جس صورت میں ان کی مساویانہ حیثیت ختم ہوجاتی اور بغیر کسی مرجح کے ایک کو دوسری پر ترجیح و فوقیت حاصل ہوجاتی ہو تو جمع و تطبیق کی ایسی ہر صورت غلط ٹھہرتی ہے۔

دوسری اصولی بات یہ کہ جس تاویل کے ذریعے دو متعارض احادیث کے مابین تطبیق دی جائے احادیث کے الفاظ میں اس تاویل کی گنجائش موجود ہونی چاہیئے، اگر اس کی گنجائش نہ ہو اور اپنے پاس سے گھڑ کر اس کی بنا پر تطبیق دی جائے تو وہ تطبیق صحیح و قابل قبول نہیں ہوتی کیونکہ جس احتمال کا منشأ ہی موجود نہ ہو وہ غلط اور ناقابل اعتبار ہوتا ہے۔

تیسری اصولی بات یہ کہ دو متعارض احادیث کے درمیان توفیق و تطبیق کے لئے ایک خارجی دلیل کا وجود ضروری ہوتا ہے جس کی بنیاد پر ایک حدیث میں تاویل و ردّ و بدل کر کے اسے دوسری کے مطابق و موافق بنایا جاتا ہے مطلب یہ کہ اگر بغیر کسی مسلمہ خارجی دلیل کے ایک حدیث میں تاویل کر کے دوسری کے مطابق بنایا جائے تو نہ ایسی تاویل صحیح ہوتی ہے اور نہ ایسی تطبیق، کیونکہ اس صورت میں ان کی مساویانہ حیثیت برقرار نہیں رہتی اور بلا کسی مرجح کے ایک کو دوسری پر ترجیح ہوجاتی ہے جو غلط ہے۔

اس سلسلہ میں پہلے جمع و تطبیق کی ان دو شکلوں کا ذکر ضروری ہے جو مزارعت

© rasailojaraid.com
© rasailojaraid.com

کو جائز سمجھنے اور کہنے والے علماء حضرات نے احادیث مزارعت سے متعلق تجویز کی ہیں اور شروح حدیث اور فقہ کی مبسوط کتابوں میں مذکور ہیں۔ ان میں سے پہلی شکل یہ کہ جو احادیثِ مزارعت کے جواز پر دلالت کرتی ہیں جیسے حدیث معاملۂ خیبر سے متعلق، ان میں مزارعت سے مراد مطلق مزارعت ہے اور جو عدم جواز پر دلالت کرتی ہیں جیسے حضرت جابرؓ، حضرت ظُہیرؓ، حضرت رافع بن خدیجؓ، حضرت ابوہریرہؓ اور حضرت ثابت ابن الضحاکؓ وغیرہ کی احادیث، ان میں مزارعت سے مراد نفسِ مزارعت نہیں بلکہ مزارعت کی وہ شکلیں ہیں جو مالک اور مزارع کے درمیان عموماً نزاع و فساد کا باعث بنتی ہیں، لہٰذا جمع و تطبیق کی اس پہلی شکل کا حاصل یہ ہوا کہ مزارعت بنیادی طور پر ایک حلال و جائز معاملہ ہے البتہ اس کی بعض شکلیں خارجی مفاسد کی وجہ سے فاسد اور ناجائز ہیں۔ جمع و تطبیق کی دوسری شکل یہ کہ جن احادیث سے مزارعت کا جواز مفہوم ہوتا ہے ان کا مطلب یہ کہ مزارعت حرام نہیں اور جن سے عدم جواز ظاہر ہوتا ہے ان کا مطلب یہ کہ مزارعت مکروہ اور غیر اولیٰ معاملہ ہے بالفاظِ دیگر جن احادیث سے مزارعت کا عدم جواز عیاں ہوتا ہے ان کا مطلب یہ کہ مزارعت اخلاقاً ناجائز ہے اور جن سے جواز مفہوم ہوتا ہے جیسے حضرت ابن عباسؓ کی حدیث مذکور، تو اس کا مطلب یہ کہ مزارعت قانوناً جائز ہے، اس دوسری تطبیق کا حاصل یہ کہ مزارعت حرام نہیں بلکہ مباح اور کراہیت کے ساتھ جائز ہے

لیکن غور سے دیکھا جائے تو مذکورہ اصولی باتوں کی روشنی میں جمع و تطبیق کی یہ دونوں شکلیں نادرست نظر آتی ہیں کیونکہ پہلی شکل میں حدیثِ خیبر کو بغیر کسی تاویل اور ردّ و بدل کے اپنی حالت پر برقرار رکھا گیا جبکہ اس کے بالمقابل احادیث میں تاویل کر کے ان کے مفہوم و مطلب کو بدل دیا گیا ہے۔ لہٰذا اس سے ان متعارض احادیث کی مساویانہ حیثیت ختم ہو گئی جو تطبیق سے قبل تسلیم کی گئی تھی اور ایک کو بغیر کسی مرجح کے دوسری پر ترجیح دے دی گئی، اس کی کچھ تفصیل یہ کہ جب اس تطبیق میں حدیثِ خیبر کا یہ مطلب لیا گیا کہ مزارعت جائز ہے تو اسے اپنے حال پر برقرار رکھا گیا اور بالمقابل احادیث کا یہ مطلب لیا گیا کہ نفسِ مزارعت ناجائز نہیں بلکہ اس کی بعض مخصوص شکلیں ناجائز ہیں تو اس سے ان احادیث کی مساویانہ حیثیت

© rasailojaraid.com

قائم نہ رہی بلکہ تبدیل ہو گئی اور پھر یہ تطبیق کسی خارجی دلیل کی وجہ سے عمل میں نہیں آئی یعنی ایسا نہیں ہوا کہ حدیثِ خیبر کے علاوہ کسی اور قوی دلیل سے یعنی قرآن مجید کی کسی جُزوی یا کُلّی نص سے مزارعت کا جواز ثابت ہوا ہو اور اس کی وجہ سے حدیثِ خیبر کو اپنے مفہوم و مطلب پر بحال رکھا گیا اور دوسری احادیث کے مفہوم و مطلب کو بدل دیا گیا ہو حالانکہ صحت تطبیق کے لئے ایسا ہونا ضروری ہے، اسی طرح اس تطبیق میں تیسری خرابی یہ کہ اس میں حدیث خیبر کے بالمقابل عدم جواز مزارعت والی احادیث میں جو تاویل کی گئی ہے اس تاویل کی ان احادیث کے الفاظ میں کوئی گنجائش نہیں یعنی ان احادیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جو مبارک الفاظ [illegible] ان سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ مطلق مزارعت اور مزارعت کی ہر شکل ممنوع اور ناجائز ہے جیسا کہ اس تفصیل و توضیح سے آشکار و عیاں ہے جو میں پیچھے ہر صحابی کی احادیث ذکر کرنے کے بعد پیش کر چکا ہوں، یہاں میں ان احادیث کے صرف وہ الفاظ نقل کرنا چاہتا ہوں جو مطلق مزارعت اور اس کی ہر شکل کی ممانعت پر واضح الدلالۃ ہیں: مثلاً

(۱) ولا یکریها بالثلث ولا بالربع ولا بطعام مسمّی — اور نہ زمین کو پیداوار کے تہائی اور چوتھائی کے بدلے دے اور نہ غلّے کی مقررہ مقدار کے بدلے۔

(۲) فان لم یفعل فلیدعها ولا یکریها بشیئ — اگر ایسا نہیں کرتا یعنی نہ خود کاشت کرتا اور نہ دوسرے کو منحہ کے طور پر بلا معاوضہ دیتا ہے تو پھر اس زمین کو بغیر کاشت چھوڑ دے کسی شے کے بدلے کرائے پر نہ دے۔

(۳) وامر رب الارض ان یزرعها او یزرعها وکره کراءها وما سوی ذٰلك — اور رسول اللہ صلعم نے مالک زمین کو حکم دیا کہ خود کاشت کرے یا دوسرے کو کاشت کے لئے دے دے اور مکروہ و ناجائز ٹھہرایا اس کے کرائے کو پیداوار کے ایک حصہ کی شکل میں ہو یا اس کے سوا کسی اور شکل میں۔

(۴) فلا تفعلوا ازرعوها او آزرعوها — پس ایسا نہ کرو، خود اپنی زمین کو کاشت

© rasailojaraid.com
© rasailojaraid.com

او اکرھا

کر دیا دوسرے کو کاشت کے لئے دے دو یا بغیر کاشت روک رکھو۔

(۵) انما یزرع ثلاثۃ : رجل لہ ارض فھو یزرعھا و رجل منح ارضا فھو یزرع ما منح، و رجل استکری ارضا بذھب او فضۃ۔

صرف تین شخص زمین کو کاشت کرسکتے ہیں، ایک وہ جس کی اپنی زمین ہو، دوسرا وہ جسے منحہ کے طور پر زمین دی گئی ہو، اور تیسرا وہ شخص جس نے سونے چاندی کے عوض کرائے پر لی ہو۔

(۶) نھانا ان یزرع احدنا الا ارضا یملک رقبتھا او منیحۃ یمنحھا رجل۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے روکا اس سے کہ ہم میں سے کوئی کاشت کرے سوائے اس کے جو خود زمین کا مالک ہو یا وہ جسے دوسرے شخص نے زمین منحہ کے طور پر دی ہو۔

(۷) نھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان تستأجر الارض بالدراھم المنقودۃ او بالثلث والربع

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا کہ زمین نقد دراہم کے عوض یا تہائی اور چوتھائی پیداوار کے عوض اجارے پر لی جائے۔

(۸) نھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان تؤخذ الارض اجرًا او حظًا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا اس سے کہ زمین کاشت کے لئے لی جائے نقد کے بدلے یا پیداوار کے ایک حصہ کے بدلے۔

(۹) نھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن المخابرۃ قلت ما المخابرۃ قال ان تأخذ الارض بنصف او ثلث او ربع۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مخابرہ سے روکا۔ میں نے پوچھا مخابرہ کیا ہے؟ تو آپ نے جواب دیا، زمین کو پیداوار کے نصف یا تہائی یا چوتھائی پر لینا مخابرہ ہے۔

(۱۰) من لم یذر المخابرۃ فلیؤذن بحرب من اللہ و رسولہ

جو مخابرہ کو نہ چھوڑے اس کے لئے اللہ اور اس کے رسولؐ کی طرف سے

© rasailojaraid.com

اعلان جنگ ہے ۔

نہی مزارعت والی احادیث کے یہ جو چند الفاظ نقل کئے گئے ہیں ان سے

صاف واضح ہوتا ہے کہ نہی کا تعلق مطلق مزارعت سے ہے۔ مزارعت کی چند مخصوص شکلیں نہیں جن کا بعض احادیث میں ذکر ہے کیونکہ نصوص میں عموم الفاظ کا اعتبار ہوتا ہے خصوص مورد کا نہیں ہوتا۔ لہٰذا تطبیق مذکور میں عدم جواز مزارعت والی احادیث میں جو تاویل کی گئی ہے وہ غلط و باطل ہے جب یہ تاویل باطل ہے تو اس پر مبنی تطبیق کیسے درست ہوسکتی ہے ۔

بہرحال اگرچہ اس تاویل کی ان احادیث کے اصل الفاظ میں کوئی گنجائش نہیں جن کے شروع میں کراء الارض کی چند مخصوص شکلوں کا ذکر ہے لیکن پھر بھی اسے قبول کیا جاسکتا ہے اگر حدیث خیبر کے علاوہ قرآن مجید سے مزارعت و کراء الارض کا جواز فراہم ہوا ہوتا لیکن نہ صرف یہ کہ مزارعت کے جواز کے بارے میں قرآن مجید میں کوئی دلیل نہیں بلکہ اُلٹی عدم جواز کے بارے میں موجود ہے۔ جیسا کہ پہلے قرآن اور مزارعت کی بحث میں تفصیل کے ساتھ عرض کیا گیا ۔

جمع و تطبیق کی دوسری شکل میں بھی وہ تمام خامیاں و خرابیاں موجود ہیں جو پہلی شکل میں دکھائی گئیں بلکہ دیکھا جائے تو سرے سے یہ شکل درست ہی نہیں بیٹھتی کیونکہ تطبیق ایسی متعارض احادیث میں دی جاتی ہے جو قوت و ضعف کے لحاظ سے برابر اور مساوی الدرجہ ہوں حالانکہ حدیث ابن عباسؓ جس کے تنہا، ایک راوی حضرت طاؤس ہیں اور جس پر کچھ پہلے کافی بحث ہوچکی دوسری احادیث کے مقابلہ میں کم درجہ کی ہے جن کے راوی متعدد صحابہ کرامؓ اور کثیر التعداد تابعینؒ ہیں، لیکن اگر کچھ دیر کے لئے فرض اور تسلیم کرلیا جائے کہ یہ استنادی حیثیت سے دوسری احادیث کے برابر ہے اور ان کے مابین بجا طور پر تعارض ہے تو پھر جمع و تطبیق کی مذکورہ شکل کئی وجوہ سے درست نہیں:

پہلی وجہ یہ کہ اس میں حدیث ابن عباسؓ کو بغیر تاویل کے اپنے حال پر قائم رکھا گیا اور بالمقابل احادیث میں تاویل کرکے ان کے مفہوم و مطلب کو بدل دیا گیا ہے جس سے ان کی مساویانہ حیثیت قائم نہ رہی جو تطبیق سے قبل تسلیم کی گئی تھی یعنی اس میں یہ نہیں ہوا کہ دونوں متعارض احادیث میں تاویل کرکے دونوں کو ایک دوسرے کے مطابق بنایا گیا ہو بلکہ یکطرفہ تاویل کرکے ایک کو دوسری کے مطابق بنایا گیا ہے۔ لہٰذا وہ مساوات ختم ہوگئی جس کا ان کے درمیان قائم رہنا ضروری تھا۔ دوسری وجہ یہ کہ اس میں یہ جو طے کیا گیا ہے کہ مزارعت قانوناً حرام و ممنوع

© rasailojaraid.com
© rasailojaraid.com

نہیں بلکہ اخلاقاً ممنوع ہے۔ یہ بات حدیث ابن عباسؓ کے سوا کسی دوسری اعلیٰ دلیل سے ثابت نہیں کی گئی یعنی قرآن حکیم کی کسی نص سے ثابت نہیں کی گئی۔ لہٰذا اس کا مطلب یہ ہوا کہ حدیث ابن عباس کو بلا کسی خارجی مرجح کے بالمقابل احادیث پر ترجیح دے دی گئی حالانکہ تطبیق سے پہلے یہ تسلیم کیا گیا کہ ان میں سے کسی کو کسی پر کوئی ترجیح حاصل نہیں، تیسری وجہ یہ کہ حدیث ابن عباسؓ کے بالمقابل احادیث میں جو تاویل کی گئی یعنی یہ کہ ان میں مزارعت کی جو نہی ہے وہ تحریم کے لئے نہیں کراہیت تنزیہی کے لئے ہے اس میں تاویل کی ان احادیث کے الفاظ میں کوئی گنجائش نہیں کیونکہ بعض کے اندر مزارعت کو ربٰو سے تعبیر کیا گیا اور بعض میں مزارعت کو نہ چھوڑنے والوں کے لئے بعینہٖ وہی دھمکی اور وعید ہے جو ربٰو کو نہ چھوڑنے والوں کے لئے قرآن مجید میں ہے اور ربٰو چونکہ بالاتفاق حرام اور قطعاً ممنوع ہے۔ لہٰذا جس معاملے کو خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ربٰو فرمایا ہو اس کے حرام ہونے میں کیا شک و شبہ ہو سکتا ہے اور جس معاملے کے نہ چھوڑنے والوں کے لئے یہ فرمایا گیا ہو کہ وہ اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ برسرِ پیکار اور مصروفِ جنگ ہیں وہ مکروہ تنزیہی کیسے ہو سکتا ہے وہ تو قطعاً حرام ہی ہو سکتا ہے، علاوہ ازیں ان احادیث میں سے بعض کے اندر مالک زمین کے لئے جو ہدایت نبوی ہے اس کا اسلوب واضح اور قطعی طور پر قانونی ہے اخلاقی وعظ اور ترغیب کا نہیں لہٰذا ان احادیث کے الفاظ اس تاویل کا انکار کرتے ہیں کہ ان میں مزارعت کی جو ممانعت ہے وہ قانونی نوعیت کی نہیں اخلاقی نوعیت کی ہے' ان الفاظ سے میری مراد نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے یہ الفاظ ہیں: مَنْ کَانَتْ لَہٗ اَرْض فلیزرعھا (الحدیث) ترجمہ جس کی زمین ہو اسے وہ خود کاشت کرے اور خود کاشت نہ کر سکتا ہو تو اپنے مسلمان بھائی کو مفت کاشت کے لئے دے دے، اگر ایسا بھی نہ کر سکتا ہو تو اسے یونہی چھوڑ دے یا بلا کاشت روک رکھے آخری الفاظ صاف بتلاتے ہیں کہ وہ کسی صورت بھی مزارعت پر اس کو نہ دے' اور بعض احادیث میں یہ تفصیل بھی موجود ہے۔ غرضیکہ متعارض احادیث کے درمیان جمع و تطبیق کی صحت کے لئے جو شرائط ہیں وہ اس دوسری شکل میں بھی نہیں پائی جاتیں لہٰذا پہلی شکل کی طرح یہ دوسری شکل بھی ناقابلِ اعتبار ہے۔

سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگر احادیثِ مزارعت میں تطبیق کی مذکورہ دونوں شکلیں اصولی طور پر درست نہیں تو پھر کیا ان کے درمیان جمع و تطبیق کی کوئی صحیح شکل بھی ہو سکتی ہے؟ تو اس کا جواب یہ کہ تطبیق کی کوئی صحیح شکل نہیں ہو سکتی سوائے اس کے کہ معاملۂ خیبر کو

© rasailojaraid.com
© rasailojaraid.com

مزارعت کا معاملہ فرض و تسلیم کیا جائے جو حقیقت میں مزارعت کا معاملہ نہیں، اور پھر یہ کہا جائے کہ حدیثِ خیبر سے جس مزارعت کا جواز نکلتا ہے اس کا تعلق اسلامی حکومت اور غیر مسلم ذمیوں سے ہے یعنی اسلامی حکومت اور غیر مسلم ذمیوں کے مابین معاملہ مزارعت جائز ہے، اور اس کے بالمقابل نہی مزارعت والی احادیث سے جس مزارعت کا عدم جواز ثابت ہوتا ہے اس کا تعلق مسلمان مالکِ زمین اور مسلمان کاشت کار سے ہے۔ یعنی مسلمانوں کے درمیان معاملہ مزارعت ناجائز ہے، اور اس تاویل کی گنجائش خود ان احادیث کے الفاظ میں موجود ہے۔ جہاں تک حدیث خیبر کا تعلق ہے اس میں اس کی پوری وضاحت ہے کہ یہ معاملہ خود یہودِ خیبر کی درخواست پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شرط کے ساتھ طے فرمایا کہ جب ہم چاہیں گے یک طرفہ طور پر ختم کر دیں گے، مثلاً السنن الکبریٰ بیہقی کی ایک روائت کے الفاظ ہیں:

© rasailojaraid.com

واراد ان یجلیهم منها	اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان
فقالوا یا محمد دعنا نکون	کو خیبر سے جلا وطن کرنا چاہا تو انہوں نے
فی هذه الارض نصلحها	عرض کیا "اے محمد ہمیں چھوڑ دیجئے کہ ہم
ونقوم علیها، ولم یکن	یہیں اس زمین میں رہیں، اسے ٹھیک
لرسول الله صلی الله علیه	و درست رکھیں اور اس کی دیکھ بھال
وسلم ولا لاصحابه غلمان	کے فرائض انجام دیں، اور اس وقت
یقومون علیها وکانوا	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے
لا یفرغون ان یقوموا	صحابہؓ کے پاس غلام بھی نہیں تھے جو باغبانی
علیها فاعطاهم خیبر ان	و کاشتکاری کے کام انجام دیتے۔ اور
لهم الشطر	خود صحابہؓ دوسری مصروفیات کی وجہ سے
(ص ۱۲۷ ج)	اس کام کے لئے فارغ بھی نہ تھے۔

لہٰذا آپؐ نے یہود کو خیبر کی اراضی دے دیں کہ نصف پیداوار ان کیلئے ہوگی۔
صحیح البخاری کی ایک روایت کے الفاظ ہیں:

نقرکم بها علی ذلك ما شئنا	ہم تمہیں اس معاہدے پر ٹھہرنے دیں گے جب تک ہم چاہیں گے۔

امام بیہقی کی روائت مذکورہ سے جہاں یہ ظاہر ہوتا ہے کہ یہ معاملہ غیر مسلموں

© rasailojaraid.com

سے ان کی درخواست پر ہوا وہاں یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہود خیبر کی درخواست اس لئے منظور فرمائی کہ اسوقت ان باغوں اور کھیتوں کو آباد رکھنے کا مسلمانوں کے پاس کوئی متبادل انتظام نہ تھا خود جہاد وغیرہ کے کاموں میں مشغول تھے اور اس وقت ان کے پاس غلام بھی نہ تھے جن سے یہ کام لیا جاتا' اسی طرح بعض روایات کے الفاظ سے یہ بھی عیاں ہوتا ہے کہ اس وقت مسلمانوں کو غذا کے لئے غلے وغیرہ کی ضرورت بھی تھی جیسا کہ کتاب الاموال میں امام ابو عبید قاسم ابن سلام کی اس روائت سے ظاہر ہوتا ہے۔ الفاظ یہ ہیں:

ان رسول الله صلى الله عليه وسلم كان اعطى خيبر اليهود معاملة لحاجة المسلمين كانت اليهم، فلما استغنى عنهم اجلاهم عمرؓ (ص ۹۷)	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہود کو خیبر معاملہ پر دیا مسلمانوں کی حاجت کی وجہ سے جو اس وقت انہیں یہود کی طرف تھی، چنانچہ آگے چل کر جب آپؐ کو استغناء ہو گیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کو جلاوطن کر دیا۔

ان روایات سے واضح ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہود خیبر سے جو معاملہ فرمایا وہ اس وقت کے خاص حالات کے تحت اور بادل نخواستہ تھا ہمیشہ قائم رکھنے کے لئے نہیں بلکہ حالات کے بدل جانے پر ختم کر دینے کے ارادہ سے تھا۔ چنانچہ حضرت فاروق اعظمؓ نے اپنے عہد خلافت میں ختم کر دیا۔ اس سے یقیناً یہ ثابت ہوتا ہے کہ اسلامی حکومت کا سربراہ اگر مسلمانوں کی حاجت و ضرورت اور اجتماعی مصلحت و بہتری کے لئے ضروری سمجھے تو غیر مسلموں سے مزارعت وغیرہ کا معاملہ کر سکتا ہے۔ اسی طرح چونکہ نہی مزارعت والی احادیث میں "اخاہ المسلم" کے جو الفاظ ہیں وہ اس پر دلالت کرتے ہیں کہ دو مسلمانوں کے درمیان معاملہ مزارعت جائز نہیں لہذا یہ تاویل بالکل صحیح و درست ہے۔

مختصر یہ کہ جب حدیث خیبر کا مطلب یہ ہو کہ اس میں جس مزارعت کا اثبات اور جواز ہے وہ وہ مزارعت ہے جو عام مسلمانوں کے فائدہ کی خاطر اسلامی حکومت اور غیر مسلم ذمیوں کے درمیان طے پائے، اور حضرت جابرؓ وغیرہ کی احادیث کا مطلب یہ ہو کہ ان میں جس مزارعت کے جواز کی نفی ہے وہ وہ مزارعت ہے جو ایک مسلمان مالک زمین اور مسلمان کاشت کار کے درمیان طے پائے تو ظاہر ہے کہ ان دو قسم کی احادیث

© rasailojaraid.com
© rasailojaraid.com

کے درمیان تعارض نہیں رہتا اور ہر ایک اپنی جگہ قابلِ عمل بن جاتی ہے کیونکہ اس صورت میں ان کے اندر نفی اور اثبات کا تعلق مزارعت کی دو مختلف شکلوں سے ہوتا ہے۔

اس مقالے میں میرا مقصد چونکہ اس مزارعت کے جواز و عدمِ جواز سے بحث کرنا ہے جو دو مسلمانوں کے مابین طے پاتی ہے۔ لہٰذا اس مزارعت کا ثبوت نہ حدیثِ خیبر سے فراہم ہوتا ہے اور نہ کسی دوسری صحیح اور راجح حدیث سے، بلکہ اس کے برعکس کثیر التعداد مرفوع احادیث سے واضح طور پر اور قطعی طور پر یہ ثابت ہوتا ہے کہ زیرِ بحث مزارعت جائز نہیں۔

"مزارعت اور مرفوع احادیث" کے عنوان سے جو طویل بحث کی گئی تھی اسے یہاں ختم کیا جاتا اور مذکورہ ترتیب کے مطابق اب تیسری بحث کا آغاز ہوتا ہے جس کا عنوان ہے۔ "مزارعت اور آثارِ صحابہؓ و تابعینؒ"۔

(جاری ہے)

عَنْ عُثْمَانَ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

خَیْرُکُمْ مَّنْ تَعَلَّمَ الْقُرْاٰنَ وَعَلَّمَہٗ

حضرت عثمانؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، تم میں سے بہترین وہ ہے جو (خود) قرآن سیکھے اور (دوسروں) کو سکھلائے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com